© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

ہماری زبان اردو بھی کچھ عجیب تقدیر لے کر پیدا ہوئی ہے۔ کبھی بنتی ہے اور کبھی بگڑتی ہے۔ کہیں ڈوبتی اور کہیں ابھرتی ہے ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد اس پر ایک وقت آیا تھا جب کہ سر سید احمد خاں مرحوم نے ریڈیکل کے نام سے عربی اور فارسی کی سرے سے تعلیم کی ہی مخالفت میں مضامین لکھے تھے اور مسلمانوں کی عام پستی و زبوں حالی کا سبب اسی طرزِ قدیم کی تعلیم کو قرار دیا تھا۔ اسی زمانہ میں موصوف کے بعض رفقا کو اُپج سوجھی تو انھوں نے اردو کے خلاف آواز اٹھائی اور مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ اس زبان کو ترک کر کے یورپ کی کسی زبان خصوصاً انگریزی کو اپنی زبان بنا لینا چاہئے اور پھر لطف یہ ہے کہ ڈاکٹر مرزا محمد ہادی لکھنوی کے بقول یہ مشیرِ مشفق نہ انگریزی کی ابجد سے واقف تھے اور نہ کسی اور یورپین زبان سے۔ یہی وہ دور تھا جب کہ ایک طرف قدیم تعلیم یافتہ طبقہ فارسی اور عربی میں خط و کتابت کرنے کے بجائے اردو کو شایستہ اعتنا نہیں سمجھتا تھا اور دوسری جانب جدید تعلیم کے لوگ انگریزی چھوڑ کر اردو میں گفتگو کرنے کو اپنے لئے ننگ و عار جانتے تھے لیکن اردو نے بڑی سخت جانی کے ساتھ ان حوادث و آفات کا مقابلہ کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اردو جو پہلے محض شعر و شاعری اور افسانہ و داستان سرائی کی زبان تھی ترقی کرتے کرتے ایک نہایت وسیع۔ موقر۔ ہمہ گیر اور علمی زبان بن گئی۔

ایک انقلابِ عظیم کے طوفان سے کامیابی کے ساتھ گذر جانے کے بعد آج پھر اس زبان پر ایک نازک دور آیا ہے جب کہ وہ اپنے دیس میں پردیسی اور اپنے وطن میں بے وطن ہو گئی ہے اس کے بعد توقع تھی کہ اسلام کے نام پر ایک اسٹیٹ بنی ہے وہاں اس کو پنپنے۔ ابھرنے اور ترقی کرنے کی سہولتیں ملیں گی اور اس طرح اس کو جو چوٹ یہاں لگی ہے اس کی تلافی دوسری جگہ ہو جائے گی لیکن رموزی کے بقول وہاں بھی اس کا حال "بہر زمینے کہ رسیدیم آسماں پیداست" کا مصداق بنا ہوا ہے اور اب تک اسے وہاں دلجمعی کے ساتھ بیٹھنا اور جمنا نصیب نہیں ہوا ہے اس ریاست کے ایک حصہ میں جو اس کا مشرقی بازو ہے وہاں تو اس زبان کی مخالفت کا یہ جوش و خروش ہے کہ اس کا نام سننا تک بھی طبعِ نازک پر گراں ہے رہ گیا اس ریاست کا دوسرا حصہ جو مغربی پاکستان کہلاتا ہے اور جو پہلے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حصہ کی بہ نسبت زیادہ ترقی یافتہ۔ مہذب اور شائستہ ہے وہاں ایک طبقہ ایسا پیدا ہوگیا یا پہلے سے موجود ہے جو ریاستی معاملات میں ٹرکی کے نقش قدم پر چلنے کو ریاست کی ترقی کے لئے ضروری اور لازمی یقین کرتا ہے اس طبقہ کا قبلۂ مقصود ٹرکی یا مشرقِ وسطیٰ کی بعض اور مسلمان حکومتیں ہیں۔ اس بناء پر اس طبقہ کا خیال ہے کہ پاکستان کی بھلائی اسی میں ہے کہ مغربی تہذیب و تمدن کو اختیار کرلیا جائے اور اردو کے بجائے انگریزی کو ہی ریاستی زبان کی حیثیت سے تسلیم کرلیا جائے۔

اسی سلسلہ میں ہمارے فاضل اور عزیز دوست لفٹننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید صاحب جن سے قارئین برہان اچھی طرح واقف ہیں ۱۸ر مارچ کے سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور میں موصوف کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا سب سے بڑا عنوان ہی یہ ہے کہ "مسلمانوں کی پستی کا سبب اردو ہے" موجودہ عبوری دور میں ابھی پندرہ بیس برس تک انگریزی کو دفتری زبان کی حیثیت سے باقی رہنا چاہئے یا نہیں؟ ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتے البتہ جناب موصوف نے اپنے مذکورہ بالا مقالہ میں "برہان" اور "معارف" کے بعض مضامین کا تذکرہ کرنے کے بعد اردو زبان کی نسبت جو بعض خیالات ظاہر کئے ہیں ان کے متعلق کچھ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

ہمارے فاضل دوست کو اردو زبان پر سب سے بڑے اعتراضات دو ہیں ایک یہ کہ اردو اڈمنسٹریشن کی زبان نہیں ہے اور دوسرا یہ کہ اس زبان کا سرمایہ ادب شعر و شاعری۔ افسانہ و ناول۔ اور تاریخ و مذہب پر ہی مشتمل ہے اس میں جدید علوم و فنون کا کوئی ذخیرہ نہیں ہے۔ امر اول کی نسبت گذارش یہ ہے کہ انگریزوں کے عہد سے پہلے ہندوستان کی عدالتی اور دفتری زبان فارسی تھی اور پھر اردو ہوگئی تھی۔ اسی وجہ سے ڈاکٹر گلکرسٹ نے فورٹ ولیم کالج میں اردو میں تراجم کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا تھا اور خود کمپنی کے عہد میں ہی اردو زبان کی ہمہ گیری کا یہ عالم تھا کہ کلکتہ کے مڈیکل کالج میں امتحانات کے پرچے اردو میں ہوتے تھے تو پھر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس زمانہ میں چونکہ اردو عدالتی اور دفتری زبان تھی اس بناء پر اس زمانہ کا اڈمنسٹریشن ناقص اور نامکمل تھا۔ اور دور کیوں جایئے ابھی کل کی بات ہے ریاست حیدرآباد دکن جو ہندوستان کی بہترین ترقی یافتہ ریاست تھی وہاں کے تمام دفتری اور سرکاری معاملات۔ احکام و فرامین وغیرہ اسی اردو زبان میں ہوتے تھے پس اگر اس زبان میں اڈمنسٹریشن کی زبان بننے کی صلاحیت نہیں تھی تو پھر حیدرآباد نے علمی۔ تہذیبی و تمدنی اور دفتری حیثیت سے اس قدر شاندار ترقی کس طرح کی۔

رہ گئی دوسری بات! تو ہمارے لائق دوست کو معلوم ہونا چاہئے کہ آج عالم اسلام میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک ٹرکی۔ مصر اور ایران ہی سمجھے جاتے ہیں اور ان تینوں ملکوں نے مغربی تہذیب و تمدن کو پورے طور پر اختیار بھی کرلیا ہے۔ لیکن ترکی زبان سے ہم واقف نہیں ہیں اس بناء پر اس کی نسبت کوئی

© rasailojaraid.com

بات وثوق سے نہیں کہہ سکتے۔ البتہ مصر اور ایران کے جدید سرمایہ ادبیات اور ذخیرۂ علوم وفنون سے ہم واقف ہیں اور اس بناء پر وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک جدید علوم وفنون کا تعلق ہے یہ دونوں ملک بھی ابھی تک تراجم کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں اور طبعی طور پر ابھی ان کو بڑھنا بھی نہیں چاہیے" جہاں تک جدید علوم وفنون میں طبعزاد تصانیف اور تحقیقات کا تعلق ہے بحیثیت مجموعی وہ عربی اور فارسی میں ناپید ہیں اور اردو میں بھی! رہ گئے تراجم! تو واقعہ یہ ہے کہ اس لحاظ سے اردو کا قدم عربی اور فارسی سے کسی طرح پیچھے نہیں ہے یہ معلوم کرنے کے لئے زیادہ زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ مطبوعات مصر وایران کی فہرستوں کے ساتھ ساتھ دار الترجمہ حیدرآباد دکن۔ انجمن ترقی اردو اور بعض اداروں کی مطبوعات کی فہرست پر بھی ایک نگاہ ڈال لینا کافی ہوگا! پھر جہاں تک فنی بصیرت ومہارت کا تعلق ہے تو ہماری رائے میں معیار تحقیق۔ فنی ژرف نگاہی اور علمی ذہانت وطباعی کے لحاظ سے بھی ہندوستان کے مسلمان مصر وایران سے آگے ہیں ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین۔ ڈاکٹر ولی الدین۔ ڈاکٹر اقبال ڈاکٹر ظفر الحسن۔ ڈاکٹر انور اقبال قریشی کیا کسی اسلامی ملک میں آج ان کا جواب موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی پستی آج کل کی زبان میں ایک سخن تکیہ بن گیا ہے ورنہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح ہندوستان کے مسلمان عوام غریب اور جاہل ہیں اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ بدتر مصر وایران، عراق وشام وفلسطین کے مسلمان عوام غریب اور جاہل ہیں لیکن جہاں تک تعلیم یافتہ طبقہ کا تعلق ہے تو واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے انگریزوں کے عہد میں اپنی غلامی کے باوجود پچاس ساٹھ سال میں وہ کچھ کرکے دکھا دیا جو نامور اسلامی ممالک اپنی آزادی کے باوجود کرکے نہیں دکھا سکے۔

انگریزی زبان کی اہمیت اور ضرورت اور اس کی بین الاقوامی اور علمی عظمت وبرتری سے انکار نہیں اور اس بنا پر ہند اور پاکستان کے مسلمانوں کے لئے اس زبان سے غفلت برتنا انتہائی نقصان رساں ہوگا لیکن برائے شگون اپنی ناک کٹانا کوئی عقلمندی نہیں ہے انگریزی کی اہمیت وضرورت جتانے کے لئے یہ آخر کیوں ضروری قرار دے لیا گیا ہے کہ اردو کا جو اصل مقام ہے اس سے ہی انکار کر دیا جائے اور مسلمانوں کی پستی کا سبب اسی کو بتایا جائے۔

© rasailojaraid.com